سالانہ قیمت ۸ؔ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے ایڈیٹر
(مینو منزل۔ وارث روڈ) لاہور
پادری غلام مسیح صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر
پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب
ایم۔ اے ۱ ایمپرس روڈ۔ لاہور منیجر

جملہ خط و کتابت وترسیل زر
بنام منیجر صاحب ہونا چاہیئے۔
اور مضامین و اشتہارات
وغیرہ برائے اندراج بنام ایڈیٹر
ارسال فرماکر ممنون فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۲ء | نمبر ۳۹

غزل

جناب پادری۔ بی گارڈنر صاحب صبرؔ از بلہور ضلع کانپور

نہ مطلع کیوں سر مطلع ہو سبب میرے دیواں کا
ستایش گر ہوں اے زاہد میں اُس خورشید رو کا
تصور جب کیا اُس کے لب و گیسو و دنداں کا
ہوا ہے جب سے سودا ہم کو اُسکی زلف پیچاں کا
نہ پوچھو حال کچھ اے ہمدموں گورِ غریباں کا
تصور جب سے ہے دل میں کسی زلف پریشاں کا
سا انداز گریہ ہی جنون فتنہ ساماں کا
نہ حاجت جیب دامن کی نہ قصہ ہے گریباں کا
تصور میں اُنہیں رکھا ہمیشہ پاسبانی کی
نجانے فصلِ گُل میں اپکی حالت کیا سے کیا ہوگی
کشاکش ہی بیکلی ہے درد سر ہے بے قراری ہے
رہی جبتک دل ہی دل میں محبت ہم سے اُور تسے
ہجوم جوش وحشت نے نہ چھوڑا تار تک باقی

تصور رات و دن رہتا ہی مجکو روئے یزداں کا
گُل خورشید بھی اک پھول ہی جس کے گلستاں کا
ختن سے مل گیا ڈوا انڈا احلب کا ادر بدخشاں کا
ہمارے دل میں عالم ہے بہار سنبلستاں کا
بُرا گھر ہے ٹھکانا ہے وہاں ہر ایک مہماں کا
مزا آتا ہے گھر بیٹھے ہمیں سیر بیاباں کا
تو صورت دل کی وہ ہوگی جو نقشہ ہو گریباں کا
دیا ملبوس قدرت نے ہے ہر اک جسم عریاں کا
مزاہم نے اُٹھایا دتوں چشمِ نگہباں کا
نئی وحشت نیا ڈھنگ ہے جنون فتنہ ساماں کا
ہُوا ہے جب سے سودا یار کے گیسو و مژگاں کا
مزا آتا رہا کھا کیا شکایت ہائے پنہاں کا
دگر نہ قافیہ مشکل نہ تھا کچھ بھی گریباں کا

بعینہ آنکھ نرگس ہی دہن غنچہ ہے قد بوٹا
معاذن اُس کی رحمت ہے نہ توشہ ہی نہ تکیہ ہی
ہزاروں حسرتیں مدفون ہیں سامان بے گنتی
میں صدقے ایک سے دو ہو گیا میں کس صفائی سے
جلن جب دل میں ہوتی ہے شمع رو یاد آتا ہے
کسی نوخیز گلرو کے تصور میں جو دم نکلا
مو اہوں ہجر کامل ہی مناسب بلکہ انسب ہے

شبیہ یار پر دھو کا ہے تصویر گلستاں کا
مسافر یکہ و تنہا ہُوں میں شہر خموشاں کا
مزا آتا ہے سینہ میں ہمیں گنجِ شہیداں کا
لگا جو ہاتھ اُس آئینہ رو کی تیغ براں کا
بہت ممنوں ہوں اس سوزشِ دل ہائے پنہاں کا
ملا مدفن کو اک پھولا پھلا تختہ گلستاں کا
کفن کے واسطے دامن شب تاریک ہجراں کا

ہجومِ جوشِ وحشت میں اُڑائیں دھجیاں پہلے
جو ہوش آیا تو اب اے صبر رونا ہے گریباں کا

مسیحی سہرا

مصنفہ جناب پادری بی گارڈنر صاحب صبرؔ از بلہور ضلع کانپور

ہوا ہے فضل خداوند سے رقم سہرا
الگ ہے پھولوں کا گو اور موتیوں کا الگ
بندھا ہے سر پہ مگر عاجزی کو دیکھو تو
بنی بنے میں رہیگی ضرور اب تو بنی
حسین کہتے ہیں نوشاہ سے یہ آ آکر

بنا ہے رشک وہ گلشن ارم سہرا
مگر نہیں ہے کوئی بھی کسی سے کم سہرا
لٹک کے لیتا ہے نوشاہ کے قدم سہرا
کہ عہد باندھ کے باندھا ہے یہ بہم سہرا
پسند ہے ہمیں تیرا یہ اے صنم سہرا

قبول اس کو کرو شوق سے کہ لائے ہیں
دفورِ جوشِ محبت سے کہہ کے ہم سہرا
اِدھر تو دیکھو ذرا آن کے دولہا صاحب
تمہارا آج یہ لائے ہیں کہہ کے ہم سہرا
نہ پھول باغ ہیں اس میں نہ بحر کے موتی
بنا ہے گل گلِ الفت سے یہ ہم سہرا
ہمیں خوشی کا سبب ہے برادرِ عزیز ونکو
خُدا کے فضل سے ہو باعثِ کرم سہرا

موجودہ فتنہ و شر کو روکنا چاہیئے

از قلم میر کریم الدین برقؔ

شورشِ بے فائدہ کو اب دبانا چاہیئے
ہاں تنفر کے بواعث کو مٹانا چاہیئے
بادشاہ وقت ہے ظلِ الٰہی ہر سبب
تابعداری اُس کی ہے واجب برائے زندگی
سرکشی اچھی نہیں اس کو مٹانا چاہیئے۔
انتظامِ ملک بگڑا جا رہا ہے ہر گھڑی
اتحادِ باہمی پھر کر دکھانا چاہیئے۔
ورنہ قزاقوں کا دورہ ہم کو کر دیگا تباہ
عقل کے گھوڑے کو سیدھا سا چلانا چاہیئے
یہ نہیں سوراجیہ پاس ادب جاتا رہے
بادشاہ کا بادشاہ کو ہی دلانا چاہیئے
برقؔ واجب ہے رعایا کو حلیمی سیکھنا
سوتے فتنوں کو نہ پھر پھر کر جگانا چاہیئے

ہندوستانی مسیحی اور علم ادب

"علم ادب اظہار زندگی ہے"۔ جہاں زندگی ہو وہاں زندگی کا اظہار ضرور ہے جب قدیم آریوں کی مذہبی اور تمدنی زندگی موجودہ آلائش سے پاک اور مروجہ عیوب سے مبرا تھی۔ تب ہند کے لٹریچر کو فروغ تھا۔ یونان و مصر و روما کے علم ادب کا ستارہ اُن کے عہد و اقبال میں چمکا تھا۔ انہوں نے فلسفہ طب تواریخ و علم سیاست کو پایۂ کمال تک پہنچایا جب عرب ایک فاتح قوم تھی اُس نے عربی زبان اور تہذیب اسلام کو عالمگیر بنانے کی کوشش کی۔ یہ نہ صرف قوموں کا حال رہا ہے۔ افراد میں بھی جذبات پھوٹ نکلے ہیں ذرا اپنے ٹیگور کو ہی دیکھ لو۔ قوم تو پست حالت میں ہے مگر اُس کی گیتیں دُنیا کے ہر گوشے میں پڑھی جاتی ہیں۔ لٹریچر کے لحاظ سے ہمارا ملک دیگر ممالک سے کہیں پیچھے ہے۔ مفلسی تعلیم کی کمی۔ متعدد مذاہب اور ذاتیں اور غیر قوم کی ماتحتی۔ یہ تمام باتیں مانع ہیں اور جب تک ان اہم رکاوٹوں کو دور نہ کیا جاوے ہندوستان دنیا کے میدان ادب میں قدم مار نہیں سکتا۔ اگر اس وقت بھی کسی جماعت یا ملت کا لٹریچر جانچا جائے تو ان امور کو مرکوز خاطر رکھنا پڑیگا۔ مسیحی جماعت تو کل کی پیدائش۔ کل آبادی کا عشیر عشیر بھی نہیں۔ سارے ملک میں بٹی ہوئی اور عموماً پست حال لوگوں کی بنی ہوئی ہے۔ اس سے زیادہ توقع کرنا عبث ہے۔ ہاں! افسوس یہ ہے کہ ہمارے بعض قابلترین اصحاب انگریزی زبان کو اپنی بھاشا پر ترجیح دیکر اور اپنے مذاق مغربی بنا کر بے حس اور مُردہ ہو جاتے ہیں۔ شکر ہے کہ جن مسیحیوں کے پاس چراغ تھے۔ انہوں نے پیمانوں کے نیچے نہ رکھ چھوڑے اور نہ ہی اپنے توڑوں کو زمین میں دفنا دیا۔

ہندوستانی مسیحیوں کا لٹریچر دو بڑی قسموں میں تقسیم ہوتا ہے۔ ۱۔ انگریزی زبان میں۔ ۲۔ ملک کی مختلف زبانوں میں۔

قسم اول تو قابل انگریزوں اور امریکہ والوں کی مدد سے روز بروز بڑھ رہا ہے۔ ڈاکٹر فارکوہر صاحب کی اڈیٹری میں کئی جلدیں ہندوستان کے قدیمی علم ادب۔ اُس کی مذہبی اور تمدنی زندگی پر چھپ چکی ہیں۔ موجودہ حالت کے متعلق بھی تحقیق ہو رہی ہے بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کوشش دسعی قابل تحسین ہے نیز یہ ہمارے قومی لٹریچر میں اضافہ ہے مگر چونکہ ہمارے ملک کی آبادی اسی فیصدی گاؤں میں رہتے ہیں۔ جہاں انگریزی کیا اپنی بھاشاؤں کے لکھنے پڑھنے والے کم ملتے ہیں۔ اس لئے انگریزی زبان میں کتابیں اُن کے لئے چنداں مفید نہیں۔ اُن کے واسطے تو ورنیکلر لٹریچر کی ضرورت ہے۔ ورنیکلر میں لٹریچر بھی دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ نظم و نثر۔ جو لوگ گاؤں میں رہتے ہیں اُن کو معلوم ہے کہ جب کوئی پڑھا لکھا قصہ کی کتاب لیکر اونچی آواز سے پڑھنے لگ جاتا ہے لوگ دو دو گھنٹے تک سنتے رہتے ہیں۔ نظم زندگی کی چاشنی ہے۔ کیوں نہ ہو جو بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ذرا گلی میں گداگر کی طرف دیکھو۔ ہاتھ میں دوتارا لئے ہے محلے کی تمام عورتیں اور بچے بغور سن رہے ہیں۔ بعض عورتیں اس قدر متاثر ہوتی ہیں کہ آنسو بے ساختہ نکلنے لگتے ہیں۔ ذرا پادری ڈاکٹر شہباز کے پنجابی گیتوں کو ہی دیکھو۔ پنجاب میں کوئی ایسی کلیسیا نہ ہوگی جہاں عبادت کے وقت یہ نہ گائے جاتے ہوں۔ تلک مرحوم کے گانے مرہٹوں کی زبان پر ہیں اور سائیکل اودھر کے بھی بنگال والوں کے مقبول ہیں۔ نثر عموماً سنجیدہ اور متین ہوتی ہے۔ اس میں وہ جوش نہیں وہ پھڑک نہیں وہ چستی نہیں۔ لیکن نثر ویسے ہی ضروری ہے جیسے نظم۔ اپنے خیالات کو مفصل و عمدہ طور پر نثر میں ظاہر کر سکتے ہیں۔ اصلاح کی تحریریں سیاست کی تقریریں نثر ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہیں۔ بچوں کے لئے اخلاقی کہانیاں اور فلسفہ دانوں کی دماغ سوزیاں نثر ہی میں ہوتی ہیں۔ ہمارے خداوند کیا سلیس نظم میں تعلیم دیا کرتے تھے؟

پس کیا ورنیکلر میں لٹریچر کی ضرورت (دیکھو صفحہ ۱۱)

نور افشان

مطبوعہ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۲ء

فرمانبرداری کی زندگی کی بڑھنے والی قدرت

تاہم میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو۔ لوقا ۲۲: ۴۲

کائنات کسی قوم کی ملکیت ہے۔ کسی کی حکومت وسلطنت کا حصہ ہے۔ کسی کے فرمان وحکم کے تابع ہے۔ کسی کے قوانین اس میں جاری ہیں۔ یہ کائنات خودمختار نہیں۔ اپنی مرضی کی مالک اور آزاد نہیں ہے۔ اس پر ایک اعلےٰ ہستی کا قبضہ واقتدار ہے۔ جو کچھ اس کائنات میں موجود ہے وہ بالکلیہ اس کے نظام کے تابع ہے۔ اسی نے اسے موجود کیا ہے۔ اسی نے اس کو موجودہ ترتیب سے مرتب کیا ہے۔

بلاشک موجودہ کائنات میں بدنظمی کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ کچھ کچھ بے ترتیبی کا ظہور بھی ہے بعض ایسی باتیں بھی اس میں ظاہرہ موجود ہیں جو موجودہ کائنات کی حیات وبقا کے لئے ضروری نہیں۔ بعض ایسی حالتیں بھی ہیں جو بظاہر اس کائنات کی ساخت میں نقص دکھا دکھاتی ہیں۔ ان تمام باتوں کو مانتے ہوئے ہمیں یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ گو ہمیں موجودہ کائنات کے نظام وترتیب میں کیسے ہی بڑے چھوٹے نقائص دکھائی دیں تو بھی ان تمام نقائص وعیوب کے ساتھ یہ کائنات اپنے موجد وبانی اور آقا ومالک کی لامحدود حکمت ودانائی کو ظاہر کر رہی ہے۔ اس کی شہنشاہی کے راگ گا رہی ہے۔ اُس کی حکومت پر دلالت کر رہی ہے۔ یہ وہ اعلےٰ صداقت ہے جسے یسوع مسیح کے زمانہ میں یہودی قوم سے باہر دنیا نہ جانتی تھی۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اظہار دیبان سندی آیت میں موجود ہے۔ اس آیت میں یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ یسوع مسیح نے گتسمنی کے باغ میں دعا کرتے ہوئے اپنے خدا کی حضوری اور موجودگی کا حق الیقین کے درجہ تک احساس کیا۔ اُس نے اُس کی ذات وشخصیت کا اور اُس کی مرضی ومشیت کا یہانتک احساس کیا کہ اپنی ذات وشخصیت کو اور اپنی مرضی وارادہ کو چھوڑ کر بلکہ اُسے اپنے خدا کے سپرد کر کے اُس کی ہی مرضی وارادے کو اپنی مرضی اور اپنا ارادہ بنا لیا۔ اُس نے اپنے آپ کو خدا کی مرضی کی قربانگاہ پر چڑھا دیا۔ اُس نے خدا کی تلخ اور ہولناک مرضی کی اطاعت قبول کی۔ اس کے منہ کے الفاظ پر غور کرو کہ "میری مرضی نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پوری ہو"۔

فرمانبرداری نظام قدرت کا قانون ہے مگر فرمانبرداری انسانی مجلس کا قانون ہے۔ فرمانبرداری بائبل مقدس کا اعلےٰ قانون ہے۔ نظام قدرت اور انسانی مجلس کی فرمانبرداری جبر وخوف سے ہوتی ہے۔ مگر بائبل جس فرمانبرداری کا مطالبہ کرتی ہے وہ دل کی خوشی ورغبت ومحبت سے ہے یسوع مسیح کی فرمانبرداری دل کی خوشی ورغبت ومحبت سے تھی۔ جبر ودہشت اس کی فرمانبرداری سے لاکھوں میل دور تھی۔ ظاہرداری اور نمائش اس کے نزدیک پھٹک نہ سکتی تھی۔ جب اُس نے گتسمنی کے باغ میں رات کے خاموشی کے وقتوں میں صلیبی موت کے تلخ پیالے پینے کے لئے آپ کو خدا کی مرضی کے تابع کیا تھا۔ اُسوقت خدا اور اُسکے چند شاگردوں کے سوا دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔ وہاں اُس نے یہ یادگار فیصلہ کیا تھا کہ "تاہم میری مرضی نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پوری ہو"۔

گتسمنی کی دعا میں فرمانبرداری سے بڑھکر تسلیم مطلق کا اظہار آیا ہے۔ یہاں ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم وبیش را

کی صورت ہے۔ یہاں اپنی شخصیت ومرضی کو باپ کی مرضی کی تکمیل میں دیا ہے۔

شخصیت کیا ہے۔ شخصیت میں چار باتیں پائی جاتی ہیں (۱) اپنی پہچان یا علم النفس۔ اس کا اظہار "میں ہوں" کے جملہ میں پایا جاتا ہے (۲) اپنی طاقت کی پہچان۔ اس کا اظہار انسان "میں کر سکتا ہوں" کے جملہ میں کیا کرتا ہے۔ (۳) فرض کی پہچان۔ اس کا اظہار انسان "مجھے کرنا چاہیئے"۔ کے جملہ سے کیا کرتا ہے۔ (۴) قرارداد یا کسی کام کے کرنے کا مصمم ارادہ کرنا۔ اس کا اظہار انسان "میں کرونگا"۔ کے جملہ سے کیا کرتا ہے۔ خداوند یسوع مسیح اپنی شخصیت میں کامل تھا۔ اسے اعلےٰ علم النفس حاصل تھا اسے اپنی طاقت وقوت کا انتہائی علم تھا۔ اسے فرض کی اعلےٰ شناخت حاصل تھی۔ اس کی قرارداد آسمان وزمین کی پائیداری سے زیادہ پائیدار تھی پس جب اس نے باپ کی مرضی پر اپنی مرضی کو قربان کیا تو اُس نے اپنی شخصیت کو بھی نہیں بچایا۔ پس اُس کی یہ محض فرمانبرداری ہی نہ تھی۔ بلکہ اس کا یہ فعل فرمانبرداری سے بہت زیادہ تھا۔ یسوع مسیح کے پاس صرف اپنی خودی تھی وہ اُس نے باپ کی نذر کر دی۔ اس سے زیادہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اب فرمانبردار یسوع مسیح کی زندگی کے آخری

قدرت کا ملاحظہ کرو۔ سب سے پہلے یہوداہ اسکریوطی پر اس کے اثر کو دیکھو۔ دوم پطرس رسول پر جس نے تین دفعہ اس کا انکار کیا تھا اس کی قدرت کے اثر کا خیال کرو۔ سوم۔ کچہری میں پلاطوس پر اُس کے اثر کو دیکھو چہارم صلیب پر کے ڈاکو پر اس کے اثر کا خیال کرو۔ پنجم۔ ان تمام شاگردوں پر اُس کی زندگی کے اثر کا اندازہ لگاؤ جو گتسمنی کے باغ میں اُسے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان تمام واقعات سے یسوع مسیح کی فرمانبردار زندگی کی قدرت کی بڑھتی کے نظارے دکھائی دے سکتے ہیں۔ وہ گتسمنی کے باغ کی رات سے آجتک غیر مغلوب طاقت ہی نہیں بلکہ فتحمند قدرت ہے۔ اہل دنیا نے اس کا مطیع و فرمانبردار رہنا ہے۔ ہماری زندگیاں کیسی ہیں! ہم دنیا میں خدا کی خدمت کرنے نکلے ہیں۔ کوڑیوں برس خدمت کرتے کرتے گذر گئے ہیں۔ کیا ہم خود خدا باپ کے فرمانبردار ہوئے! کیا ہم نے خدا باپ کی مرضی کے آگے اپنی شخصیت و مرضی کے تقاضے ترک کئے۔ کیا ہم نے اپنے حق میں باپ کی تلخ اور کڑوی مرضی پسند اور منظور کی۔ کیا آج تک کبھی ہم کسی اعلےٰ و افضل معاملہ میں یہ کہہ سکے ہیں کہ "تاہم میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو"۔

ہم اس بات کو یاد رکھیں کہ ہم خدا کی دنیا میں رہکر اپنی مرضی پوری کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے ہم اپنی مرضی پوری کر کے بے مواخذہ نہیں رہ سکتے مگر کچھ عرصہ تک ہمیں اپنی مرضی پورا کرنے پر مطالبہ و مواخذہ نہ ہو گو چوروں اور خونیوں اور ڈاکوؤں کی طرح خدا کی سلطنت میں ہم دیر تک قانون کی گرفت سے بچے رہیں۔ پر آخر کار ہمارے حق میں خدا کی مرضی پوری ہوگی۔ ہم پکڑے جائینگے اور سزا پائینگے۔ ہم خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتے ہیں۔

خدا ایسی فرمانبرداری چاہتا ہے جیسی کہ خداوند یسوع مسیح نے کی ہے۔ اس سے کم فرمانبرداری نہ خدا کی شان کے لائق ہے اور نہ خدا ایسی ادھوری اور ناقص فرمانبرداری چاہتا ہے۔ ہر ایک ناظر فیصلہ کرے کہ وہ خدا کی فرمانبرداری کریگا یا اُس سے سرکش رہیگا؟

مار آستین

آج ہم مولوی نصیرالدین صاحب نصیر کی قلم کا ناول نور افشاں میں شروع کرتے ہیں یہ ناول مے نوشی کی خرابی کے متعلق ہے۔ جیسی شراب خانہ خراب ہے ویسا ہی اس کے نقصانات کا نقشہ کھینچنے والا مولوی نصیر اسے بنا ہے۔ ہمیں قوی امید ہے کہ قارئین نور افشاں اس ناول سے عبرت و نصیحت و فائدہ اُٹھائینگے۔ ایڈیٹر۔

بادہ نوشی کی علت یوں تو عالمگیر ہے۔ لیکن خصوصاً مسیحی جیسے پاک مذہب کے معتقدین میں اس گناہِ کبیرہ کا حد سے زیادہ رواج پانا نہایت خطرناک بات ہے میں نے بغرض نصیحت ایک مختصر ڈراما موسوم بہ "مار آستین" تصنیف کیا ہے۔ جو اخبار نور افشاں کے ذریعہ سے مسیحی پبلک کے پیش کرتا ہوں۔ یہ قصہ رومال کے مسیحی خاندان کا ایک سچا واقعہ ہے۔ اسے پڑھ کر ناظرین کو معلوم ہو جاویگا کہ شراب کا اثر صرف اپنے ہی جسم و روح و دماغ پر نہیں پڑتا بلکہ جملہ خاندان زندان مصائب میں گرفتار ہو جاتا ہے دنیا اور عقبےٰ میں ذلت و خواری نصیب ہوتی ہے۔ مترقب کہ اہل بصیرت اس قصے سے عبرت پکڑینگے۔ اور شراب خانہ خراب سے مجتنب ہو کر دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کرینگے۔

حقیر نصیر از کرنال

غزل

جانِ من کرنا نہ ہرگز ہوسِ جامِ شراب
مجھسے سینکڑوں پنہاں ہیں یہ جامِ شراب

مزرعہ دین و دل و جاں کو جلا دیتا ہے
آبِ ہر چرچۂ آتش نفسِ جامِ شراب

چھوڑ کر عشرتِ پروازِ گلستاں تھا
مُرغِ دل کیوں ہے اسیرِ قفسِ جامِ شراب

اس سے حاصل نہیں جز حسرت و درد و حرماں
غور سے دیکھ لیا پیش و پسِ جامِ شراب

نجس و در بدر و خوار ہے عالم میں نصیر
جو بنا رہتا ہے ہر دم مگسِ جامِ شراب

اراکین ڈراما کے نام

منصور۔ رئیس اعظم۔
ایوب۔ منصور کا بیٹا شرابی۔
محمود۔ ایوب کا بیٹا
سوداہ۔ ایوب کی بیوی محمود کی سوتیلی ماں
ناصر۔ ایوب کا جانی دوست
حاسد۔ ایوب کا نانی دوست
نسیم۔ ایوب کا چھوٹا لڑکا دوسری بیوی سے
غفور۔ منصور کا ملازم۔
نظر بٹو۔ ایوب کا ملازم۔

ایک برطانی جہاز کی گرفتاری

امریکن ساحل سے ۲۳ میل کے اندر آتے ہی ایک برطانی جہاز گرفتار کر لیا گیا ہے۔ جہاز پر شراب کے سو پیپے اور پچاس ہزار طلائی ڈالر لدے ہوئے تھے۔ جہاز کے افسر اعلیٰ کا بیان ہے کہ جہاز ۲۳ میل کے باہر تھا اور امریکن ساحل پر شراب لانے کی غیر قانونی کوشش کسی صورت میں نہیں کر رہا تھا۔

نیرنگِ خیال

گُلِ شگفتہ

از قلم منشی حشمت اللہ منشی فاضل
سیکنڈ ماسٹر بپٹسٹ مشن سکول شملہ

اے گرو مشک دبو. آہ اے پیاری ننھی سی پھول کی کلی! میرا دل تیرے حسنِ نوخیز کی مستتر کیفیتوں کے لئے روز و شب اضطراب میں رہتا ہے اے کمسِن نازنین کل! تو کھلے ہوئے پھولوں کی بزمِ شباب میں اپنی طفلی کی رازدان ہے تو بچپن کی اُن بھولی آزادیوں کا منظر ہے جن سے بچھڑے ہوئے مجھے سالہا سال گذر چکے ہیں۔

شام کو تیری شوخی اور سحر کو تیری سُرخی باہم دست و گریباں رہتی ہے اور تیرے سبز سندر کا کلس برقِ نگاہ کو ایک بے اختیاری کی کشش پیدا کرتا ہوا زمین و آسمان کی متضاد قوتوں کا جامع بنجاتا ہے۔ دل کی اُمنگیں رہ رہ کر دامن کھینچتی ہیں کہ ہائے اس وقت اس خلوت گاہِ راز کی ایک جھلک دیکھنی چاہئے۔ نور کے تڑکے شبنم کی قطرہ ریزیاں تجھے آبدار موتیوں کی جھلکتی ہوئی مالا پہناتی ہیں اور ہنگامِ سحر تیری یہ باہم لپٹی ہوئی خوابیدہ پتیاں آفتاب کے ارغوانی چشمہ سے اپنے رنگِ مقصود کی گہرائی طلب کرتی ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ صبح کے عالمگیر سایہ میں مہر جہانتاب کی ہلکی ہلکی کرنیں دبے پاؤں آکر تیرے سراپا کو غسلِ نور دیتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ تو اُن کے ساتھ معروفِ رقص ہو۔ بادِ نسیم اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی آتی ہے اور اپنے شفقت بھرے دامن سے ہلاتی اور مہدِ تحمل پر بڑے ناز و ادا کے ساتھ جھولا دیتی جاتی ہے اور کان میں چپکے سے نہ معلوم کیا کہہ دیتی ہے کہ تو بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑتی ہے اور چشم زدن میں ایک مہکتا ہوا۔ ہاں ایک دلفریب دلربا۔ دلوں کو موہ لینے والا شگفتہ پھول بنجاتی ہے اور تمام مخلوقات کی خوبین و تیقہ رس نظروں کا مطمعِ نظر بنجاتی ہے۔ اب یہی حسن و جمال کی دیوی گلِ شگفتہ پھول کی حیثیت سے میری مشتاق نظروں کے روبرو ہے جس کو دیکھ کر میں سراپا حیرت کا پتلا بنا جاتا ہوں اور بیساختہ میری زبان سے تیری توصیف میں یہ پاکیزہ کلمات نکلتے ہیں کہ اے کھلے ہوئے پھول!!!

اُف تیرا دلاویز حسن۔ تیرا رسیلا جوبن دو چلتے ہوئے جادو ہیں۔ تیری بھینی بھینی خوشبو تیری باصرہ نواز رنگت تیری شمشیرِ حسن کے نہایت دلفریب دو جوہر ہیں۔ چمنستانِ جمال کے شاہدِ رعنا۔ گلزار کی زینت۔ باغبان کی دلبستگی۔ بُلبل کی جمعیت سب ایک تیری ہستی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ تو کھلتا ہے۔ کھلتا ہے مہکتا ہے مہکاتا ہے۔ مگر آہ تیری جائے قیام یعنی صحنِ چمن تیرے لئے مناسب مقام نہیں۔

اے معدنِ حسن کے بے بہا گوہر! کاش کسی جنگل میں کسی صاف شفاف بہتی ندی کا کنارہ تیری جلوہ گاہ ہوتی۔ بادل گرجتے آتے برستے جاتے۔ اور بجلی تیرے دیدار کی پیاسی تجھے دمبدم پردۂ سحاب آڑ سے اُلٹ کر دیکھتی۔ تڑپ تڑپ کر آتی اور قربان ہو ہو جاتی۔ ہر صبح صادق کے وقت چاند کی خوش آئند چاندنی بادلوں میں سے چھن چھن کر آتی اور زمین و آسمان چاندی کے بنے ہوئے نظر آتے۔ اُس وقت آہ اُس وقت تیرا جلوۂ حسن سو حسینوں ہزار پریوشوں۔ لاکھ ماہرخوں کی تابِ رخسار پر پانی پھیر دیتا۔

تیری نازبردار ٹہنیاں نسیمِ سحری کے ہر نرم جھونکے سے سطحِ آب پر جھوم جھوم کر اٹھتیں۔ ہوا کا ہر جھونکا تجھے آبِ بحر میں ایک غوطہ دیتا اور شبنم کے وہ چند گوہر صفت قطرے جو دستِ قدرت ہر صبح تیرے عارضِ روشن پر ڈالتا ہے ندی کے پانی میں عکس ریز ہو جاتے۔ میانِ آب سے تو ہر مرتبہ ایک نیا حسن اور ایک انوکھی پھبن لیکر اٹھتا آہ ہر صبح کو جبکہ نسیم کا سنّاٹا اور طائروں کی چہکار اطراف دشت میں گونجتی۔ ندی کا پانی بے قرار ہو ہو کر لہریں لیتا۔ تیرے حُسن کے تماشائی۔ تیرے جمال کے فدائی یعنی چمن کے پرندے تیرے پاس آتے اور تیری نرم نرم پتیوں کو چومتے۔ تیری نازک نازک پنکھڑیوں سے آنکھیں ملتے۔ تیرے گرد پھرتے۔ ہر طرح سے تجھ پر مِٹتے ہوتے۔ نثار ہوتے۔ قربان ہوتے مٹ جاتے فنا ہو جاتے۔

اُس صانعِ برحق کا ایک پجاری ہاں ایک دُنیا کے حسن و جمال کو آراستہ کرنے والے قادر بیچون کا دلدادہ اور شیدائی تیری زیارت کیلئے علی الصبح چلکر آتا۔ چپ چاپ تیرے روبرو بیٹھتا۔ تجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا۔ تیری برق وش تجلی کی تاب نہ لاکر اُچھل اُچھل پڑتا اور کبھی تیرے حُسن کے زوال کا خیال کر کے آنکھوں میں آنسو بھر لاتا۔ جہان کو بقعۂ نور بنادینے والے آفتاب کی پہلی شعاع تیرے عارضِ تاباں پر پڑتی اور وہ ان دو قسم کے جذبات سے متاثر ہو کر مجھ سے اس طرح مخاطب ہوتا۔ کہ

اے دُنیائے حسن کے مسلّم نازنین! اُلوباغبان کی اُمیدوں کا مجموعہ تو بُلبل کی حسرتوں کا مرکز تو اپنے صانع کی قدرتِ کاملہ کا مظہر ہے۔ تو دل میں نہیں اُتر سکتا۔ تو آنکھوں میں نہیں سما سکتا۔ آہ بتا کہ تجھے کیا کروں؟

خاتمِ قدرت کے نگینِ آبدار شبنم ہر صبح

تیری بے ثباتی پر زار و قطار روئی۔ بلبل نے فریاد کرکے سارا جنگل سر پر اٹھا لیا۔ مگر کسی نے تجھ تک قدرت کا پیغام نہ پہنچایا۔ کسی نے تجھے چند شدنی امور کی اطلاع نہیں دی۔ آ آ کہ میں تجھے قبل از وقت وہ پیام سناؤں جو تجھے عاجلاً و آجلاً سننا پڑیگا تیری نرم و نازک پنکھڑیوں کو دست قضائے خزاں پریشان کر دیگا۔ تیری پیاری پتیوں پر زمانہ آفتوں کے آسمان توڑیگا۔ تیری دلاویزیاں۔ تیری دلفریبیاں تیری دلربائیاں سب خاک میں مل جائینگی تیرے حسن و جمال تیرے ناز و انداز روزگار ناسازگار کے ہاتھوں باد تاراج کے سپرد کر دیئے جائینگے۔ اے قدرت کی وہ مہربان دایہ جس نے تجھے یہ خوبیاں بخشی ہیں۔ خود تجھے نابود کر دیگی۔ گردش تاک میں ہے۔ اور فتنہ گھات میں ہے۔ دیکھنا اس چند روزہ خوبصورتی پر نہ بھولنا۔ اس آنی جانی رعنائی پر نہ اترانا۔ نازاں نہ ہونا۔ مغرور نہ ہونا۔ بلکہ اسی طرح ہنستے بولتے کھلتے کھلاتے مہکتے مہکاتے مٹی میں مٹی ہو جانا۔

اے دریائے جمال کے انمول موتی! جا پردۂ عدم میں چھپ جا۔ تیرے بھائے ہوئے بہلائے ہوئے۔ پرچائے ہوئے دل تجھے کبھی فراموش نہ کرینگے۔ تلخ کام عندلیب اور ہزار دستان کے نالے اطراف دشت میں گونج گونج کر تجھے زندہ جاوید بنائینگے اور حرمان نصیب باغبانوں کی درد بھری صدائیں تجھے شہرت بقائے دوام کا تاج عطا کرینگی۔ قصہ کوتاہ اس طرح تیری فنا میں بھی بقا کا رنگ جھلکتا رہیگا۔

اے حشمت تو سچ بتا کہ کیا تیرا بھی حال اور یہی انجام نہیں ہے؟ دیکھ کہ بنی اسرائیل کے مشہور گویے اور بربط نواز نے ۱۰۳ زبور میں کیا خوب فرمایا ہے کہ انسان جو ہے اُس کے دن گھاس کی مانند ہیں۔ وہ جنگل گل کی مانند کھلتا ہے کہ ہوا اُس پر سے گذری اور وہ نہیں اور اُس کا مقام پھر اُسے نہ پہچانیگا۔ لیکن خداوند کی رحمت اُن پر جو اُس سے ڈرتے ہیں ازل سے ابد تک ہے اور اُس کی صداقت فرزندوں کے فرزندوں پر جو کہ اُس کے عہد کو حفظ کرتے ہیں اور اُس کے حکموں کو یاد کرکے اُن پر عمل کرتے ہیں۔

پھر نئے عہد کا رسول فرماتا ہے کہ ہر بشر گھاس کی مانند ہے۔ اور اس کی ساری شان و شوکت گھاس کے پھول کی مانند ہے۔ گھاس سوکھ جاتی اور پھول گر جاتا ہے۔ ۱ پطرس ۱: ۲۴۔

سالانہ رپورٹ

شفاخانہ امراض چشم گوجرانوالہ

متعلق سنہ ۱۹۲۱ء

اس شفاخانہ کو کھلے عرصہ ۸ سال گذر چکا ہے جتنی کامیابی اور برکت خداوند کریم نے اس کام کو بخشی ہے وہ ذیل سے ظاہر ہے

سال سنہ ۱۹۲۱ء۔ انڈور مریضوں کی تعداد ۸۲۴ انڈور مریضوں کی غیر حاضری ۱۳۰۳۹۔ اوٹ ڈور مریضوں کی تعداد ۱۴۶۱۳۔ تعداد اوپریشن (عمل جراحی) ۱۳۱۱۔

مسلمان:۔ مرد ۱۹۹ عورت ۲۲۵ لڑکا ۱۲۶ لڑکی ۱۳۔

ہندو:۔ مرد ۸۵ عورت ۹۵۔ لڑکا ۱۵۱ لڑکی ۸۰۔

مسیحی:۔ مرد ۹۶۔ عورت ۷۰۔ لڑکا ۲، لڑکی ۷،

مورخہ ۶ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء کو ۱۱۰ مریض انڈور میں داخل تھے۔ صرف ماہ اکتوبر میں ۳۰۲۹ انڈور مریضوں کا علاج ہوا۔ عمارت شفاخانہ میں مریضوں کی سمائی نہ ہو سکتی تھی۔ باوجود اس کے کہ شفاخانہ کے قریب ۲ مکان کرایہ پر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس صاحب سے خیمے عارضی مہیا کئے گئے تھے۔ مریضوں کی پٹی وغیرہ کرنے میں ۲ سے ۳ گھنٹے اوپریشن کرنے میں ۴ سے ۵ گھنٹے روزانہ خرچ ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ باقی وقت اوٹ ڈور مریضوں کو دیکھنے اور دفتر کے کام میں دینا پڑتا۔ گویا کہ صبح سے شام تک کام کیا جاتا رہا ہے۔

سال سنہ ۱۹۲۱ء میں شفاخانہ کی زندگی میں اہم تبدیلیاں ہوئیں۔ جن کا ذکر نہایت ضروری ہے۔

(۱) سنہ ۱۹۱۳ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک شفاخانہ کا کام شہر میں کرایہ کے مکانوں میں کیا جاتا تھا۔ مگر فروری سنہ ۱۹۲۱ء سے شفاخانہ کی اپنی عمارت متصل مشن کمپونڈ میں کیا جاتا ہے۔ اس نئی عمارت میں ۳۵ انڈور مریضوں کی جائے رہائش کے علاوہ اوپریشن اوزار وغیرہ اُبالنے۔ ڈسپنسری اور گودام ادویات کے کمرے موجود ہیں۔ روپیہ کی کمی کے سبب اوٹ ڈور ڈیپارٹمنٹ نہیں بنا۔ بلکہ فی الحال ایک برانڈے میں عارضی طور پر گذارہ کیا جاتا ہے۔

(۲) چونکہ کام کی زیادتی ہو گئی تھی اور خاصکر پردہ دار مستورات کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے ۲ کارندے یعنے زنانہ کمپونڈر اور ڈریسر زاید کئے گئے۔

(۳) شہر سے قدرے دوری اور نزدیک کے گاؤں سے ضروریات خورد و نوش نہ ملنے کے سبب مریضوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے ایک دکان ایک مسیحی کے زیر حکم احاطہ شفاخانہ



میں کھول گئی جس میں ایک ہندو ملازم مریضوں کو کچی وپکی رسد دیتا ہے۔ بعض مریض جو پہلے دنوں میں مددگار نہ ہونے کے سبب علاج نہ کروا سکتے تھے اب وہ بھی اس ہندو ملازم سے کھانے پینے کا انتظام کرکے علاج بلا تکلیف کروا سکتے ہیں۔

(۴) شفاخانہ کی نئی عمارت کی افتتاحی رسم ۲۲ فروری ۱۹۲۱ء کو ہوئی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کو اسی روز شیخوپورہ کا چارج لینا پڑا جس کے سبب وہ اس رسم کو ادا نہ کرسکے۔ ان کی میم صاحب جلسہ میں شریک تھیں اور انہوں نے اپنے دست مبارک سے کارندوں کو شفاخانہ کی طرف سے انعامات تقسیم کئے۔ رائے بہادر برکت رام وائس چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ نے رسم ادا کی۔ ہر مذہب وملت کے لوگ شریک جلسہ تھے۔ حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ رپورٹ شفاخانہ پڑھے جانے کے بعد صاحب میر مجلس نے چھوٹی سی تقریر کی اور حاضرین سے امداد کے لئے اپیل کی جس کا حاضرین نے نہایت خوشی اور فراخدلی سے جواب دیا۔ بعض مشنری صاحبان نے گیت اور باجے سے مہمانوں کے دلوں کو خوش کیا۔ شفاخانہ کی طرف سے لوگوں کا منہ میٹھا کردیا گیا جس کا انتظام ڈاکٹر مکائل اور مس سکاٹ صاحبہ نے نہایت خوش اسلوبی سے کیا۔

۵۔ شفاخانہ کو عمارت کے لئے ۵۰۰۰ روپیہ ڈسٹرکٹ بورڈ گوجرانوالہ نے ۱۹۲۰ء میں بطور گرانٹ عنایت کیا۔ موجودہ عمارت پر قریب ۲۰۰۰۰ روپیہ خرچ ہوا۔ رسم افتتاحی کے موقعہ پر اور بعد ازاں قریب ۱۰۰۰ بطور امداد وصول ہوا ۶۰ روپیہ ماہوار میونسپل کمیٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ سے ملتا رہا اور ۱۹۲۲ء کے شروع سے میونسپل کمیٹی نے اپنی امداد ۳۰ روپیہ ماہوار بسبب کمی روپیہ بند کردی سردار منگل صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ وسردار بڈھا سنگھ صاحب محکمہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی اور ماسٹر جیٹھو جی صاحب ہیڈ ماسٹر کی طرف سے ۲۰۰ روپیہ غریب مریضوں کی خوراک وغیرہ کے لئے وصول ہوا جس میں سے ۱۴ غریب مریضوں کو خوراک دینے میں ۹۰ روپیہ خرچ ہوا۔ بعض مریضوں کو جن کا اپنا کل روپیہ شفاخانہ میں دوران علاج میں خرچ ہوچکا تھا مگر جو ابھی گھر جانے کے لائق نہ تھے بطور امداد ۷۰ روپیہ دیئے گئے تاکہ وہ مکمل علاج کروا کر اور صحتیاب ہوکر جاویں۔ قریب ۵۰ روپیہ کی ادویات ایسے نادار مریضوں کو جنکا علاج مفت ہوا جن کو شفاخانہ کی طرف سے خوراک یا امدادی روپیہ دیا گیا خرچ ہوئیں۔

۶۔ ۱۹۲۱ء کے شروع میں بہ سبب عمارت شفاخانہ ۷ ہزار سے زاید کا مقروض تھا۔ مگر اخیر سال میں یہ قرضہ قریب ۴ ہزار باقی رہا۔

۷۔ پہلے خیال تھا کہ شاید نئی جگہ کام کھلنے کے سبب آمدنی اور تعداد مریضوں میں کمی واقع ہوگی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ انڈور ڈیپارٹمنٹ میں بجائے کمی کے زیادتی ہے۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مریضوں کو دوران علاج میں رہائش کی تکلیف نئی عمارت میں اس قدر نہیں ہوتی جس قدر شہر میں ہوتی تھی۔ البتہ اوٹ ڈور مریضوں میں کمی ضرور ہوئی جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ (۱) شہر میں دوسرے شفاخانہ کثرت سے موجود ہیں جہاں معمولی تکلیف میں مریض علاج کروا لیتے ہیں اور اس طرح ہمارے پاس صرف وہ مریض آتے ہیں جنکو دوسری جگہ کے علاج سے فائدہ نہ ہوا ہو۔ اور یا جنکو اوپریشن کروانا ہو۔ (۲) شہر میں دونوں وقت اوٹ ڈور مریضوں کو دیکھا جاتا تھا۔ مگر اب صرف صبح کے وقت دیکھا جاتا ہے

۸۔ شہر کے بچوں۔ عورتوں اور لوگوں کے آرام کے لئے ۱۹۲۱ء میں صرف اوٹ ڈور ڈسپنسری شفاخانہ کی طرف سے پرانی عمارت میں جاری رہی جس کا خرچ ۳۵ سے ۴۵ روپیہ ماہوار تھا۔ چونکہ میونسپل کمیٹی نے ۱۹۲۲ء کے شروع سے ۳۰ روپیہ ماہوار کی گرانٹ بند کردی۔ اس لئے مجھے مجبوراً وہ ڈسپنسری بند کرنی پڑی۔ کیونکہ شفاخانہ کا خرچ بہت زیادہ تھا اور میرے لئے ناممکن تھا کہ گرانٹ بند ہونے کے بعد اس قدر خرچ اٹھا سکوں جبکہ اس ڈسپنسری کا فائدہ بھی صرف خاص شہر کے مریضوں کو ملسکتا تھا۔

۹۔ بشارت کا کام قریباً ہر اتوار کو متواتر کیا گیا۔ کمرے جن میں غیر مسیحی شامل ہیں انتظام وعبادت میں شریک ہوتے ہیں۔ مریضوں کے رشتہ داروں کو بھی شریک کیا جاتا ہے۔ ۱۰ ماہ کے لئے تو ہماری جماعت ۲۰۰ سے بھی زیادہ رہتی ہے اور ۲ ماہ یعنے سخت گرمی اور سخت سردی کے دنوں میں قدرے کم۔ باجا۔ گیت۔ تصویریں۔ منادی کے کام میں ہماری بڑی مددگار ہیں۔ پروفیسر لبھو مل اور پادری کھیڑا مل صاحبان نے بعض دفعہ مریضوں کو وعظ نصیحت کرنے میں ہماری امداد کی۔ مگر زیادہ تر اتوار کی عبادت کا انتظام اپنے دلی شوق کی وجہ سے میں نے اپنے ہی ذمہ رکھا۔ شخصی گفتگو کا موقع بھی کافی ملتا رہا اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے شخصی اور مجموعی مذہبی بات چیت کا موقع ہمارے لئے کھول دیا۔ مریض اور مددگار نہایت غور اور محبت سے کلام الہی سنتے رہے۔ کارندوں کی زندگی اور نمونہ مریضوں میں قابل تعریف رہا اور مریض علانیہ اقرار کرتے ہیں کہ مسیحی اور غیر مسیحی شفاخانوں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔

۱۰۔ ناظرین سے التماس ہے کہ وہ اس سیلف سپورٹ گمر مسیحی مشنری شفاخانہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں تاکہ (۱) شفاخانہ کی تمام ضروریات خداوند کریم اپنے انتظام الہی اور پروردگاری سے پورا کرتا

رہے۔ (۲) تمام مریضوں کو جن کو وہ یہاں بھیجتا ہے۔ صحت عنایت کرے۔ (۳) چونکہ عمارت کی توسیع کی سخت اور فوری ضرورت ہے اس کے اخراجات کا انتظام کرے (۴) مجھے اور تمام کارندوں کو توفیق بخشے کہ مریضوں کی خدمت اور بشارت کا کام نہایت خوشی محنت محبت اور ایمانداری کے ساتھ انجام دیویں جس سے خداوند کا جلال ظاہر ہو۔ آمین

آپ کا خادم۔ ای چارلس۔

ٹریٹوریل فورس میں مسیحیوں کا حصہ

ہم پیشتر خبر دے چکے ہیں کہ گورنمنٹ نے مہربانی فرما کر ٹریٹوریل فورس میں دو سو مسیحی جوانوں کی خصوصیت منظور کی ہے اور مسٹر ایس۔ پی سنگھا صاحب کو رکروٹنگ افسر مقرر کیا ہے۔ کہ ان جوانوں کی بھرتی کریں۔ جو جوان قبول کئے جائینگے وہ ۱۸ - ۳۲ سالہ عمر ہونگے۔ ان میں یا تو خواندہ نوجوان ہونگے یا نمبرا ے پنجابی کے نیک چلن جوان ہونگے یا زمینداروں کے لڑکے ہونگے۔ زمینداروں کو ترجیح دی جائیگی۔ جو جوان بھرتی ہونا چاہتے ہیں۔ وہ جلد پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں :-

ایس۔ پی۔ سنگھا اسکوئر۔ رکروٹنگ افسر۔ وائی ایم سی اے سکریٹری ۵ وارث روڈ۔ لاہور۔

مسیحی میں قاصد کی قیامت

ہمیں یہ دیکھ کر کمال مسرت ہوئی کہ مسیحی نے قاصد کو بھی زندہ کر کے اپنا ہمخدمت بنالیا ہے۔ قاصد کے نازبردار کب سے فاتحہ درود پڑھ کر اسے رخصت کر چکے تھے۔ اس کی قیامت کی کسی کو امید نہ تھی۔ اس کا لاشہ بھی گور غریباں میں سڑنے لگا تھا۔ کہ اچانک ستمبر کے مسیحی میں قاصد کو زندہ دیکھا گیا۔ پہلے خود مسیحی کی قیامت ہوئی پھر مسیحی کے اوراق میں قاصد قبر سے نکلا جس کے لئے ہم مسیحی کے منتظموں کو مبارکباد دیتے ہیں۔ مگر مسیحی قاصد کی قیامت پر ہی اپنی کامیابی محدود نہ سمجھے۔ ہنوز "ترقی" اور "تجلی" اور "مسیحی تجلی" قبر میں ہیں وہ مسیحی کی مُردے جلانے والی قوت و طاقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ مسیحی کا راستہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ کب اُن کی قبر پر کھڑا ہو کر اُن کو قبر سے نکل آنے کا حکم دیتا ہے۔ ایڈیٹوریل شاف کو دیکھ کر اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ وہ وقت بھی دور نہیں کہ جب لوگ اسی مسیحی کے اوراق میں رسالہ ترقی۔ تجلی اور مسیحی تجلی کو زندہ پائینگے۔

لاہوری احمدیوں اور مسیحیوں میں مباحثہ

ہم پیشتر کسی نمبر میں مباحثہ مذکور کے متعلق خبر شائع کر چکے ہیں اور مسٹر چنن خاں کا کفارہ مسیح کے اثبات پر وہ مضمون نذر ناظرین کر چکے ہیں۔ جو انہوں نے مسیحیوں کی طرف سے احمدی صاحبان کو سنایا تھا۔ پر اس کے ساتھ ہی ہم یہ بات بھی ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ احمدی صاحبان کی طرف سے کچھ سننے کی امید ہے۔ جب تک ہم ان کی طرف سے کچھ نہیں سنتے تب تک اس مباحثہ کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے ہیں۔ لہذا احمدی صاحبان کی طرف سے دو بیان ہمارے پاس پہنچے ہیں۔ جن میں سے ایک بیان مسٹر محمد صادق صاحب کی طرف سے ہے۔ جس میں آپ نے خود مسٹر چنن خاں کے بیان کو ناقص اور ردی ثابت کیا ہے۔ مگر اُس صاحب کا بیان نہیں دیا جس نے مباحثہ کے درمیان مسٹر چنن خاں اور پادری محمد حسین صاحب کے بیان کی تردید کی تھی۔ لہذا ہم آپ کے نئے بیان کو درج اخبار کرنے سے معذور ہیں۔

دوسرا مضمون نذیر احمد صاحب مرزائی کا ہمارے پاس پہنچا ہے جس نے نور افشاں پر اپنے قہر و غضب کے پرانے اور جلے ہوئے تیر پھینکے ہیں۔ نور افشاں نے ایک سچائی کسی گذرے نمبر میں شائع کردی تھی کہ جو مسیحی احمدیوں کے مکان پر دس ستمبر ۱۹۲۲ء کے روز مباحثہ کرنے گئے تھے وہ کوئی لاہور کی مسیحی جماعت کے مقرر کئے ہوئے صاحبان نہ تھے۔ بلکہ خداوند کی آزادانہ خدمت کرنے والے چند سرگرم لے مین نوجوان تھے۔ جن میں صرف ایک پادری محمد حسین صاحب خادم الدین تھے جو اُن نوجوانوں کے تقاضا سے اُن کے ہمراہ ہو گئے تھے انہوں نے احمدی صاحبان کے مکان پر کفارہ مسیح پر اپنے خیالات ظاہر کئے جو پیشتر نور افشاں میں نکل چکے ہیں۔ اس پر نذیر احمد مرزائی نے نور افشاں کے اور ہمارے خلاف خوب زہر اُگلا ہے۔ اس معمولی مکالمہ کو احمدی اور لاہور کی مسیحی جماعت کا مباحثہ بنانے پر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں مسیحیوں کی شکست پر مفت میں بغلیں بجائی ہیں۔ اپنی اس تحریر میں اس سلوک کا تازہ ثبوت دیا ہے۔ جو مرزائی دوستوں نے مسیحیوں کے ساتھ گھر بلا کر کیا تھا۔ آپ نے خلاف دیانت یہ کام بھی کیا ہے کہ ڈاکٹر عبید اللہ صاحب کی تحریر جو انہوں نے بھری مجلس میں مسیحیوں کو کفارہ مسیح کی تردید میں سنائی تھی۔ ہمارے پاس نہیں بھیجی۔ اس کے برعکس اپنی تحریر جو آپ کی اپنی کج فہمیوں سے پُر ہے برائے اشاعت ہمارے پاس بھیج دی۔ جو اگرچہ قابل اشاعت تو نہیں ہے پر اس مباحثہ کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے ہمارے پاس ایک شاہد ضرور ہے جو لاہور کی احمدی جماعت اور چند مسیحیوں میں تھا

مسیحیوں کی طرف سے جن صاحبان نے احمدی جماعت میں کلام کیا تھا وہ محض مسیحی واعظین کی منادی تھی۔ اسے احمدی صاحبان اگر مباحثہ سمجھیں تو کیا مضائقہ ہے۔ انہوں مرزا غلام احمد صاحب کو کیا کچھ نہیں سمجھا

آخر میں نذیر احمد صاحب ہمیں مسئلہ کفارہ پر مناظرے کا چیلنج بھی دیتے ہیں اور ہمیں اسبات کی دھمکی بھی دیتے ہیں کہ مسئلہ کفارہ کی دھجیاں اُڑائینگے ہم فی الحال آپ کے چیلنج کا اس قدر جواب دیتے ہیں کہ (۱) اگر کسی مرزائی اور احمدی نے ہمیں چیلنج دینا ہے تو وہ آپ کی جماعت کا ذمہ وار شخص ہو یا وہ اپنی جماعت کے ذمہ وار شخص کی معرفت کسی مسیحی جماعت کے ذمہ وار شخص کے ذریعہ سے ہمیں چیلنج دیوے۔ (۲) چیلنج کے ساتھ احمدی صاحبان شرائط مباحثہ بھی تحریر فرمائیں (۳) مباحثہ کی جگہ تحریر کریں (۴) اپنے منصف کا نام لکھیں (۵) مضمون مباحثہ تحریر فرمائیں اور وہ اصول ہو (۶) اگر ان باتوں کے ساتھ آپ کا چیلنج آئیگا اور اُس کے متعلق تمام باتیں تسلی بخش ہونگی تو ہم آپ کے چیلنج کو منظور کرینگے۔ ورنہ نامنظور کرینگے۔ تب آپ کو بھی دھجیاں اُڑاتے دیکھ لینگے۔ اگر آپ نے یا کسی دوسرے احمدی نے مسیحی مذہب کے بارے میں کچھ کہنا ہو تو سنجیدگی اور تہذیب سے ایک مسئلہ کے بارے میں ہم سے بذریعہ تحریر پوچھتے جائیں۔ اور ہم انشاء اللہ نور افشاں میں آپ کو جواب دیتے جائینگے۔ ایڈیٹر۔

کلکتہ کی خبر ہے مسمی الفریڈ ہنٹر کو جو کہ پہلے الاوٓنس بنک کا ایک ملازم تھا لندن میں گرفتار کیا گیا تھا اُب سے ایک مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا گیا ہے اس پر الزام ہے کہ اس نے کئی ہزار پونڈ غبن کئے ہیں +

خبریں

ارمنوں کا قومی گھر

جنوا۔ ۲۳ ستمبر ارمنیا کے متعلق اسمبلی میں ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا ہے۔ جس میں امید کی گئی ہے کہ ترکوں کے ساتھ شرائط صلح طے کرنے میں کونسل ارمنوں کا قومی گھر قائم کرنے کی ضرورت کو نظرانداز نہیں کرے گی۔ نیز اس کے متعلق تجاویز پر غور کرنے کی استدعا کی گئی۔

ایرانی نمائندے نے اعلان کیا کہ چونکہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ بین الاقوامی صلیب احمر کمیٹی تھریس اور ایشیائے کوچک کے مظالم کی بابت خود تحقیقات کرے گی۔ اس لئے اُنہوں نے ان مظالم کی تحقیقات کے متعلق اپنی تجاویز کو واپس لے لیا۔

ترکوں کو صلح کانفرنس کی دعوت

لندن ۲۳ ستمبر اتحادیوں نے ترکوں کو وینس یا کسی اور جگہ سفرائے برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی۔ جاپان رومانیہ۔ جاگوسلیویا۔ ٹرکی اور یونان کی۔ ترکوں یونانیوں اور اتحادیوں کے درمیان صلح کی کانفرنس منعقد کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ حکومت برطانیہ فرانس اور اٹلی قوموں کی لیگ میں ترکی انتظام کی حمایت کرینگی۔ نیز اتحادیوں نے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ معاہدہ پر عملدرآمد ہونے پر وہ قسطنطنیہ خالی کر دینگے۔ کانفرنس کے انعقاد سے پیشتر اتحادی یونانیوں کو سرحد پار نکالنے کی کوشش کرینگے۔ جو اتحادی ترکی اور یونانی جرنیلوں کے ایک مشترکہ اجلاس میں قائم کی جائیگی۔ اس مطلب کے لئے مصطفےٰ کمال اور اتحادیوں کے درمیان رومانیہ یا اصرہ میں ایک کانفرنس منعقد ہوگی۔

پیرس ۲۴ ستمبر۔ ایک فرانسیسی نامہ نگار کو معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ترک ان شرائط پر راضی ہو جائینگے۔ نیز اس کو اطلاع ملی ہے کہ عثمانی حلقوں میں اس قسم کے خیالات پھیلے ہوئے ہیں کہ معاہدہ سیورے کی خاطر خواہ ترمیم سے اور نئی شرائط صلح سے حکومت انگورہ کو تسلی ہو جائیگی اور ترکوں اور یونانیوں اور ترکوں اور اتحادیوں کے درمیان جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا۔ پیرس میں لارڈ کرزن کی تعریف کی جا رہی ہے

حکومتِ فرانس کا مصطفےٰ کمال کو تسلی کا پیام۔

قسطنطنیہ ۲۴ ستمبر حکومت فرانس نے مصطفےٰ کمال کو تسلی کا پیغام بھیجا ہے کہ جب تک حکومت فرانس کا خاص سفیر سمرنا میں پہنچے وہ کوئی کارروائی نہ کریں۔

کمالیوں کے مطالبات

لندن ۲۵ ستمبر خبر ہے کہ یونانی ساحل تھریس پر فوجیں جمع کر رہے ہیں۔ اُن کی ایک لاکھ فوج وہاں پہنچ چکی ہے اور جاگوسلاویا۔ مقدونیہ اور بلغاریہ کی سرحد پر فوجیں جمع کر رہے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی خبر ہے کہ ڈیڑھ لاکھ یونانی فوج جس میں دہ سالہ خدمات کے سپاہی شامل ہیں توڑی جا رہی ہے

ایتھنز ۲۴ ستمبر۔ تھریس میں یونانی اپنی فوج کو بڑی سرگرمی سے از سر نو مرتب کر رہے ہیں۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس میں سے نامناسب آدمیوں کو خارج کیا جائیگا۔ انہوں نے ایشیا کوچک کے سابق کمانڈر انچیف جنرل پاپولس کو تھریس کا گورنر جنرل مقرر کیا ہے

روسیوں کی جنگی تیاریاں

لنڈن ۲۵ ستمبر روسی کمالیوں پر زور ڈال رہے ہیں کہ وہ انگورا ماسکو کے معاہدہ پر ثابت قدم رہیں۔ اس کے ساتھ ہی روسی جنگی

تیاریاں کررہے ہیں۔

برطانوی وقار خطرہ میں

لنڈن ۵ ستمبر۔ اکثر حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ پیرس کانفرنس سے برطانوی وقار تباہ ہوگیا ہے اور بعض حلقوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ بہترین محفوظ طریق اختیار کیا گیا ہے۔ ویسٹ منسٹر گزٹ لکھتا ہے کہ اس قدر زور وشور دکھلانے کے بعد اس قدر کمزوری دکھلانا کہاں تک مناسب ہے اور لکھتا ہے کہ اگر گورنمنٹ زیادہ خاموشی اور اعتدال سے کام لیتی تو اتحادیوں کی تجاویز اس قدر فیاضانہ نہ ہوتیں۔ انگریزی اخبارات کا سب سے بڑا اعتراض مشرقی تھریس کے ترکی کو دیئے جانے کے متعلق ہے۔

آثار جنگ

قسطنطنیہ کی عیسائی آبادی کی گھبراہٹ

قسطنطنیہ ۲۳ ستمبر۔ کمالی حلقوں میں صلح کے متعلق مایوسی پائی جاتی ہے۔ جبتک انہیں اتحادیوں کی طرف سے یہ یقین نہ دلایا جائیگا کہ تھریس کا معاملہ اُن کے حق میں طے ہوگا۔ اس وقت تک کمالی فوج کی پیشقدمی جاری رہیگی اور اُس کی ذمہ وار اتحادی طاقتیں ہونگی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ۴۸ گھنٹہ کے اندر وعدہ نہ کیا گیا تو نہایت سنجیدہ حالت پیدا ہوجائیگی۔

اس خوف سے کہ سمرنا میں ایسے خوفناک مظالم ہوئے ہیں کہ سلطان عبد الحمید کے عہد میں آرمینیا کا قتل عام بھی ان کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ قسطنطنیہ کے دیسی عیسائیوں کی تمام آبادی میں بڑی کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ جہاں اندیشہ کیا جاتا ہے کہ اتحادی فوجیں اگر چلی گئیں تو عام عیسائی بھاگنے لگیں گے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بہت سے کمالی افسر تھریس میں داخل ہوگئے ہیں۔ ادھر وہاں یونانیوں کے خلاف آدمی کو بھرتی کررہے ہیں۔

ترکوں کے لئے روسی اٹلی میں ہتھیار خرید رہے ہیں

لنڈن ۲۲ ستمبر۔ سوویٹ گورنمنٹ اٹلی میں سامان حرب کی مقدار عظیم خرید رہی ہے۔ جس میں مسلح کاریں۔ لاریاں اور موٹر کاریں اور کلدار توپیں بھی شامل ہیں تاکہ بالشویک کمالیوں کی مدد کرسکیں۔

لاہور پریسبٹری

لاہور پریسبٹری کا سشماہی جلسہ ماہ اکتوبر تاریخ ۵ ۱۹۲۲ء مقام نولکھا چرچ لاہور ۴ بجے شام فراہم ہوگا۔

اے ٹھاکرداس سٹیڈ کلارک لاہور پریسبٹری

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک پرفضا اور صحت افزا مقام پر واقعہ ہے۔ اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر۔ جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلی تعلیم یافتہ ہیں چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔ لہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

کرسچن بوائز بورڈنگ سکول لودیانہ

۱۸۷۵ء سے قائم ہے

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۱۴ء سے تین جماعتیں لوئر پرائمری کی ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کردی ہیں اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہوگیا ہے حصہ بالغ کے طالب علم برائے حصول تعلیم سٹی مشن ہائی سکول میں داخل ہوتے ہیں۔

شرح خرچ خوراک فی طالب علم چھ روپیہ اور اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے

کلاس فیس سرکاری فیس کا ۳/۴ ہے۔ متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم ہے۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار رہتا ہے۔ علاوہ ازیں جرکشا ماعہ سے مالہ تک۔ بروکرز ل عہ سے عہ تک مل سکتا ہے۔ مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہوسکتے ہیں

اشتہار ۲/۲

خوش پور ضلع لائل پور کے لئے ایک تجربہ کار جے اے وی استاد کی ضرورت ہے تنخواہ حسب لیاقت معقول دیجائیگی۔ مکان رہائشی مفت ہوگا امیدواران ۳۰ ستمبر ۱۹۲۲ء سے پہلے درخواستیں بنام ہیڈ ماسٹر بھیجدیویں

ہیڈ ماسٹر خوش پور۔ ضلع لائلپور۔ ڈاکخانہ خاص

(بقیہ مضمون صفحہ ۲ کالم ۳ سے آگے) ہے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انگریزی تمام ہندوستان کی زبان ہو جائیگی۔ پھر ورنیکلر کو کون پوچھیگا؟ یہ خیال خام ہے۔ مانا کہ ایسا ہو بھی ہو مگر صرف تجارتی اغراض اور ملکی یعنی سیاسی ضرورتوں کے لئے ہوگا۔ تاکہ پنجابی اور بنگالی۔ مدراسی اور نیپالی ایک ہی کونسل میں بیٹھ کر مشورہ کر سکیں۔ اپنے صوبے میں تو پنجابی۔ بنگالی۔ مدراسی سب اپنی اپنی زبانیں بولینگے۔ علاوہ ازیں جو ظرافت اور جذبات ہم اپنی مادری زبان میں ظاہر کر سکتے ہیں وہ دوسری زبان میں کرنا دشوار ہے۔ قدرت اور علم ادب دونوں اسباب کے متقضی ہیں۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے جب عربوں نے ہسپانیہ کو فتح کیا تھا۔ ہسپانیہ والوں کو عربی میں بولنا اور لکھنا باعث فخر تھا۔ اگر عربی زبان میں وہ اپنا لٹریچر لکھنا چاہتے تو ڈان کوائسوٹ جو آج مشہور عالم ہے۔ ہرگز نہ لکھی جاتی۔ ورنیکلر میں لٹریچر کو بڑھانا قومی سرمایہ میں اضافہ ہے اور اپنے ہموطنوں کی کثیر جماعت کو فائدہ پہنچانا ہے۔

کیا ورنیکلر میں لٹریچر کی مانگ ہے؟ کسی شے کی افزائش و ترقی دو باتوں پر منحصر ہے۔ مانگ اور بہم رسانی علم ادب بھی انہی دو اقتصادی قانون پر منحصر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی مصنف کی کتاب نہ بکے تو وہ اس گرانی میں کیوں وقت اور طاقت ضائع کرنے لگا۔ وہ دوبارہ کوشش ہی نہ کریگا۔ افسوس کے ساتھ اعتراف کیا جاتا ہے کہ میرے ہموطنوں کو علم ادب سے کم اُنس ہے۔ ہمارے معلموں اور استادوں کا فرض ہے کہ طالب علموں میں ایسے مذاق پیدا کریں کہ وہ کتابوں کو اپنے جلیس اور ہمنشیں سمجھیں۔ جب تک سرکاری ملازمت تعلیم کا مدعا ہے اور تعلیم علم کی تحصیل کی خاطر نہیں ہے۔ تب تک یہ اُلفت اور شوق پیدا نہیں ہو سکتا۔ کتب خانوں کی قلت ایک اور وجہ ہے کیوں ہمارے تعلیم یافتہ اور لائق اشخاص علم ادب پر فریفتہ نہیں ہوتے۔ خیر یہ سوسائٹی اور حکومت دونوں کا مشترکہ فرض ہے۔ لازمی تعلیم ایک علاج ہے کہ مانگ پیدا ہو اور جس قدر جلدی ہو سکے ملک اور قوم کی بہتری کے لئے کتب بینی کا شوق پیدا کرو۔

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مسیحی علم ادب محض تجارتی اغراض سے نہیں لکھا جاتا۔ اگرچہ مانگ اس کے زیادہ ہونے کی شرط ہے۔ اگر خداوند کی بادشاہت کا جلال قائم کرنا ہے تو روپے پیسوں کی چنداں پرواہ نہیں۔ اگر اس وقت مسیحیوں کی لکھی ہوئی کتابیں زیادہ نہ بکینگی تو ترقی تعلیم کے ساتھ اُن کی مانگ بڑھتی جائیگی مگر جو واعظ آج کام نہیں کر سکتے ہیں شاید زنگ آلودہ ہو کر ناکارے ہو جائیں یا بالکل بے حاصل ہو جائیں۔ نیز ہندوستان اب ایسی حالت میں سے گذر رہا ہے کہ جو باتیں آجکل لکھی یا کہی جا رہی ہیں لوگ اُن کی تحقیق کرتے ہیں۔ غور کرتے ہیں اور اگر سچی اور پائدار ہوں تو قبول بھی کرتے ہیں۔

میں نے کوشش کی ہے کہ ورنیکلر میں لٹریچر ہونے کی ضرورت سے ناظرین کو قائل کروں میری دعا ہے کہ جو اصحاب مسیح یسوع کے نام کی خاطر قلم اُٹھا سکتے ہیں اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔ دوسرے آرٹیکل میں میں چند ایسی تجویزیں پیش کرونگا جن کے پورا کرنے سے مسیحی علم ادب کو ہندوستان میں فروغ ہو۔

جلال الدین کو منصوری

شیونرائنی بیجک*

نورافشاں مطبوعہ ۸ ستمبر ۱۹۲۲ء صفحہ گیارہ کالم اول سطر ستارہ میں مرقوم ہے۔ شیونرائنی بیجک ہاتھ میں لئے ہوئے کہا۔ الخ جس وقت اس عبارت کو پڑھ رہا تھا۔ خیالوں میں ایک جوش تلاطم پیدا ہوا جس کی لہریں عجیب طرح کے نشیب و فراز سے اُٹھتی اور گرتی نظر آئیں کہ جنکو ترقیم کرنا گویا دریا کو کوزہ میں بند کرنا ہے اور اُن امواج کے چڑھاؤ اور اُتار کو ناظرین کی نظروں میں ویسا ہی پیش کرنا کچھ کام رکھتا ہے مگر تو بھی جہانتک ممکن ہے اس کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کرتا ہوں۔

شیونرائن سنگھ کی جائے ولادت و ولدیت

آپ قوم کے راجپوت تھے مسمی باگ رائے سنگھ زمیندار قصبہ چندور[1] ضلع غازی پور کے زمینہ ارتھے قریباً ۱۷۱۸ء میں باگ رائے سنگھ کے گھر ایک فرزند نرینہ پیدا ہوا اور اس کا نام شیونرائن سنگھ رکھا گیا۔ اور وہ جوانی کے عالم میں قصبہ بسنا پور ضلع غازی پور آئے اور وہاں آکر دکھ ہرن گورو کے نام پر کسی شخص[2] کے چیلے بنے اور اس کے بعد خود مہنت اور گدی نشین ہو کر بہت سے چیلے بنائے۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ محمد شاہ بادشاہ کو چیلا بنایا مگر شیونرائن کے بڑے چیلے کا نام سدا شیو تھا جو کلکتہ میں جا کر ایک تالاب پر جا بیٹھا۔ اس زمانے میں بلاکیر صاحب کلکتہ کے جج تھے۔ اور ایک ذاتی کہار اُن کا بیرا تھا جو سدا شیو کی دھونی پر آنے جانے لگا اور چند عرصہ کے بعد اُس کا ایسا گرویدہ ہوا کہ کاروبار سے بے فکر ہو کر وہیں وقت گذارنے لگا کام پر حاضر نہ رہنے کے باعث جج صاحب نے بیرے سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا تو جواب دیا کہ ایک فقیر آیا ہوا ہے اور میں اُس کا چیلا ہونا چاہتا ہوں۔ چونکہ یہ بیرا اپنے کاروبار میں بہت چوکس تھا اس باعث

[1] قصبہ چندوار کا ڈاکخانہ آجکل ترتی پور۔ بیلیا بیر اور روڈ ہے۔

[2] پرتھوی لعل صاحب مہربانی سے دریافت کر کے یا کسی کتاب سے پڑھکر اس کا نام ظاہر فرمائیں۔

* بعد ازاں ہم ذیل میں شیونرائنی پنتھ کے گرو کے حالات ان لوگوں کی آگاہی کیلئے درج کرتے ہیں جو اُن میں مسیحی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ایڈیٹر

جج صاحب کو اُس کی سفارت تشفی گزری۔ فرمایا کہ وہ فقیر کہاں رہتا ہے؟ بیرے نے جواب دیا کہ تالاب پر۔ جج صاحب نے کہا آج شام کو ہمارے ساتھ وہاں چلو۔ سو جب شام ہوئی تو بیرے کو ساتھ لے جج صاحب اُس تالاب پر پہنچے اور سداشیو سے کہا کہ میرا بیرا تمہارے پاس بہت دیر تک بیٹھا رہتا ہے۔ جس کے باعث میرے کام میں بہت بڑا ہرج ہوتا ہے اس کے سوا یہ کہتا ہے کہ وہ تمہارا چیلا بنے گا۔ سو اگر تم اس کو چیلا بناؤ گے تو میں تم کو جیل میں ڈالدونگا سداشیو نے جواب میں کہا کہ میں تو آپ کے بیرے کو یہاں ٹھہرنے یا چلا جانے یا چیلا بننے کو نہیں کہتا۔ پر اگر وہ چاہے تو میں اُس کو روکتا بھی نہیں۔ اِن باتوں کے بعد جج صاحب واپس چلے گئے۔ مگر بیرا اور بھی غیر حاضر رہنے لگا۔ جس کے باعث جج صاحب نے ایک دن بیرے کو گھُرکا۔ اُسی دن وہ بیرا جا کر سداشیو کا چیلا بن گیا۔ جب یہ خبر جج صاحب کو ہوئی۔ سداشیو کو جیل میں ڈلوادیا۔

دوسری صبح کو جیلر سے اور دیگر لوگوں سے معلوم ہوا کہ سداشیو جیل سے نکل کر اپنی دھونی پر چلے گئے۔ جج صاحب اِس خبر کو سُنکر اُس تالاب پر پہنچے اور سداشیو کو اُس کی دھونی پر بیٹھا پایا۔ اِس اَسچرج کرم کو دیکھ کر جج صاحب نے بھی درخواست کی کہ مجھ کو بھی اپنا چیلا بناؤ اور جب وہ بھی چیلا بن گیا تو اُس نے اپنے گرو سے کہا آج شام کا کھانا ہماری کوٹھی پر ہے۔ گرو نے جواب دیا۔ کہ بہت خوب۔

جب شام ہوئی کوٹھی پر گئے جج صاحب نے بڑے ادب سے خیر مقدم کیا۔ اور کھانے کی میز پہ جا بٹھایا۔ سداشیو نے کہا جو کچھ کھانا ہے میٹھا سلونا۔ سرد گرم سب ایک دم میز پہ چنوا کر اور سفید چادر سے ڈھکوا کر نوکروں کو باہر جانے کا حکم دیجئے سو جب تمام کھانا چن دیا گیا اور نوکر باہر ہوگئے تب سداشیو نے جج صاحب سے کہا کہ اب اِس چادر کو کھانے پر سے اُٹھادو۔ جج صاحب نے جب چادر اُٹھائی تو کیا دیکھا کہ تمام کھانا پرشاد یعنی لڈو بن گیا ہے۔ تب دونوں نے پرشاد کھایا اس کرامات کو دیکھ کر جج صاحب کا ایمان اور بھی پختہ ہوگیا۔

چند دن کے بعد ایک سنت چلاناً یعنی ایک سنت فوت ہوگیا۔ جہاں رات کو تمام سنت جمع ہو کر ڈھولک کھنجری۔ مجیرہ بجا کر بھجن گانے لگے۔ سرکاری قانون کے بموجب چوکیدار نے باجا بجانے سے روکا۔ مگر وہ نہ مانے اس باعث سے صبح کو جج بلاکیر صاحب کی کچہری میں پیش ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرکاری راج میں اُن کو ہر وقت باجا بجانے اور گانے کی کچھ روک ٹوک نہ رہی (چنانچہ اب تک بلا روک ٹوک گاتے بجاتے رہتے ہیں۔) یہ مختصر سی تاریخ "رتن بیبیکہ" قلمی کتاب جو دیوناگری میں ہے اخذ کر کے رقم کی گئی ہے۔

دیگر ایک اور چھوٹی سی کتاب ہے جس کو گُٹکا کہتے ہیں اور اُن کی مقدس کتاب کا نام "انیاس" ہے۔ چیلا ہونے کے بعد ہر ایک سنت کو ایک پروانہ بھی ملتا ہے جیسے بپتسمہ کا کاغذ اور ان میں عشائے ربانی کی رسم کی طرح کسی کسی تہوار پر "وَین" کی جگہ دیسی شراب اور روٹی کی بجائے لڈو یا پنجیری جو سوجی۔ گھی۔ میوا اور چرونجی وغیرہ سے تیار کی جاتی ہے ملتی ہے۔

اب ہم جناب پرشوتم لعل صاحب کی توجہ کر سنبدل کرتے ہوئے دھن باد دیتے ہیں کہ آپ نے شیو نرائنیوں کی بابت کے ورد سے کو پڑھا۔ اور ذرداباپ کا شکر کرتے ہیں کہ ہمارے درمیان بھی اُس علم کے پڑھنے والے ظاہر کئے۔ اس لئے التماس ہے کہ ازراہ مہربانی اُس کتاب کے سرورق کو دیکھ کر فرمایئے کہ اس کتاب کا خاص نام کیا ہے؟

دوم عرض یہ ہے کہ بندہ کے پاس اسی فرقہ کے چار مختلف قلمی نسخے موجود ہیں جن کو مدت سے سنبھالے پھرتا ہوں۔ اسی امید پر کہ شاید کبھی تو ان کا کوئی پڑھنے والا پیدا کریگا۔ چنانچہ آج دل بہت مسرور ہے۔ سو اگر آپ ان نسخوں کو پڑھ کر اور اُردو میں لکھ کر ہدیۂ ناظرین نورافشاں کرنے کا وعدہ کریں تو جس وقت چاہیں اپنا پورا پتہ خط یا نورافشان کے ذریعہ بھیجکر طلب فرما سکتے ہیں۔

خادم۔ جے۔ ایس۔ ولیمس۔ نظرباز
مبشر انجیل۔ ہوم مشن راولپنڈی۔

اشتہار ۳/۲

ناظرین نورافشان سے منت کے ساتھ عرض کی جاتی ہے کہ میرا شوہر بنام لبھو ولد رُوڈا۔ عیسائی سکنہ جرمیاں۔ ضلع وتحصیل گورداسپور عرصہ ۸ سال کا ہو گیا گذشتہ جنگ میں سرکاری ملازمت اُٹھا کر میدان جنگ میں چلا گیا تھا جس کا پتہ نہ مجھ کو اور نہ اُس کے رشتہ داروں کو اب تک لگا اور نہ ہی اُس نے کبھی کوئی خط وغیرہ بھیجا ہے۔ سو عرض ہے کہ اگر کسی صاحب کو اُس کا پتہ لگے تو بذریعہ اخبار نورافشاں یا خط کے پتہ دیویں بڑی غریب پروری ہوگی۔

آپ کی دعاگو۔ الیسو زوجہ لبھو سکنہ چک $\frac{۱۳۵}{۱۶۲}$ ضلع ملتان تحصیل خانیوال ڈاکخانہ اسٹیشن تلمبہ۔ معرفت پادری اے۔ ٹی جاجہ صاحب۔

پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینجر نورافشاں امیرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائیٹر چھپا ❖